قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین
کا اجمالی تجزیہ

از: ڈاکٹر اسرار احمد

ترتیب وتدوین: سید برہان علی۔ خالد محمود خضر

سُورة الحج

سورۃ الحج ۱۰ رکوعوں اور ۷۸ آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے مکی یا مدنی ہونے میں علماء کے مابین کچھ اختلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کے مضامین کا بیشتر حصہ مکی سورتوں کے مضامین سے مشابہ ہے، لیکن اس میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کے بارے میں بجا طور پر یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ مدنی ہیں۔ میرا اپنا تأثر یہ ہے کہ یہ سورت دراصل مکی ہے، اس کے تمام مضامین اور اس کا پورا تانا بانا بالکل مکی سورتوں کے مشابہ ہے، البتہ اس کی بعض آیات جن کے مدنی ہونے کا گمان ہوتا ہے وہ مدنی نہیں بلکہ برزخی ہیں، یعنی مکّہ سے مدینہ کے سفرِ ہجرت کے دوران نازل ہوئیں۔ ایک جانب مکہ کے حالات تھے جہاں لوگ رسول اللہ ﷺ کے خون کے پیاسے تھے۔ وہاں سے حضور ﷺ کو جان بچا کر جس طرح بھی ممکن ہو سکا نکلنا پڑا۔ تین دن تک آپؐ غارِ ثور میں روپوش رہے۔ اس کے بعد بھی آپؐ کا تعاقب ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر آپؐ کو بچایا۔ دوسری جانب مدینہ منورہ کا حال یہ تھا کہ وہاں آپؐ کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور مدینہ میں آپؐ کا داخلہ بلا مبالغہ ایک بے تاج بادشاہ کی حیثیت سے ہوا۔ یہ حالات کا ایک عظیم الشان فرق تھا جو ہجرت کے نتیجہ میں واقع ہو رہا تھا۔ حالات کی تبدیلی کی وجہ سے اب جو تبدیلی حضور ﷺ کے طرزِ عمل میں پیدا ہونے والی تھی وہی ان آیات میں بیان ہوئی ہے اور میرے نزدیک ان کے نزول کا بہترین موقع سفرِ ہجرت ہی بنتا ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کے پہلے رکوع میں بڑے پُرجلال انداز میں ایمان بالآخرۃ کا ذکر ہوا ہے۔ ابتدائی آیات ہی لرزا دینے والی ہیں:

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ①﴾

''اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو' قیامت کا زلزلہ یقیناً بہت بڑی شے ہوگی۔''

اُس دن کی ہولناکی کا اندازہ کرنے کے لیے ایک تمثیل بیان کی گئی ہے:

﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②﴾

''جس روز تم اسے دیکھو گے' ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی' ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا' اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے' حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے' بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔''

آپ کے علم میں ہے کہ رضاعت کا دَور ایک خاص دَور ہوتا ہے۔ اگرچہ ماں کی ممتا اور محبت تو بعد میں بھی ہوتی ہے اور ہمیشہ ہی رہتی ہے لیکن اس خصوصی دَور میں تو اس کا کوئی تصور ہی ممکن نہیں۔ صرف انسانوں کا ہی معاملہ نہیں بلکہ حیوان بھی اپنے دودھ پیتے بچوں کے ساتھ ایسی محبت اور شفقت رکھتے ہیں کہ ماں اپنے شیر خوار بچے کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ ایسا ہیبت ناک دن ہوگا کہ اُس روز دودھ پلانے والی مائیں اپنے شیر خوار بچوں کو بھول جائیں گی اور دہشت سے تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے' اور اُس روز کی سختی کے اثرات سے لوگ مدہوش نظر آئیں گے۔

پھر فرمایا کہ انسانوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اُس کی صفات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں (اس میں زیادہ اشارہ اللہ کی قدرت کے بارے میں ہے کہ جس کے ذریعے وہ تمام نوعِ انسانی کو دوبارہ پیدا کر کے جمع کرے گا) کٹ حجتیاں کرتے اور من گھڑت دلیلیں دیتے ہیں' حالانکہ نہ تو ان کے پاس کوئی راہنمائی اور ہدایت ہے اور نہ ہی کوئی روشن کتاب موجود ہے جس کی بنیاد پر وہ دلیل بازیاں کرتے ہیں۔ اگر ان کی زندگیوں' سیرت و کردار اور معاملات (جو کہ نہایت پست اور گھٹیا ہیں) کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سرکش شیطان کے پیروکار ہیں' حالانکہ اُس شیطان کے بارے میں تو یہ بات طے کر دی گئی ہے کہ جو کوئی بھی اس کو اپنا ساتھی بنائے گا تو وہ اس کو گمراہ کر کے جہنم کی آگ میں پہنچا کر رہے گا۔

ایمان بالآخرۃ کے ضمن میں اولاً خود انسان کی تخلیق سے استشہاد کیا گیا اور پھر مُردہ زمین کی مثال دی گئی کہ تم دیکھتے ہو کہ بارش کے برسنے سے اس میں زندگی کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں۔ پھر تم اس میں کیسے شک کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا؟

دوسرے رکوع کی پہلی آیت ہم سب کے لیے جو بعث بعد الموت کا اقرار کرتے ہیں' عملی اعتبار سے نہایت اہم ہے۔ ارشاد ہوا کہ لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی بندگی کرتے ہیں کنارے کنارے۔ (گویا ایک لفظ میں پوری صورت حال کی تصویر دے دی گئی۔) اگر خیر خیریت ہے' فائدہ پہنچ رہا

ہے' کوئی امتحان و آزمائش نہیں ہے تو بڑے آرام و اطمینان سے چلتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی ابتلا آ جاتی ہے تو اوندھے منہ گر پڑتے ہیں۔ یہ کیفیت دنیا اور آخرت دونوں میں خسارے کا باعث ہے' اور یہی تو صریح خسارہ ہے۔ یہ درحقیقت منافقت کی ایک تعبیر ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ شعوری منافقت ہو' بلکہ یہ غیر شعوری منافقت ہے' جو حقیقی اور قلبی منافقت ہے۔ مؤمن کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ وہ جب اپنے آپ کو اللہ سے وابستہ کرے تو اس طور سے کہ ''ہر چہ باداباد' ما کشتی در آب انداختیم!''

حق و باطل کے مابین کشمکش کے ضمن میں آیت ۱۵ ایک اہم آیت ہے اور مشکلاتِ قرآن میں سے ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ بیشتر لوگ اس میں سرگرداں رہے ہیں اور بہت کم لوگ اس کو سمجھ پائے ہیں۔ اس میں نقشہ کھینچا گیا ہے کہ حق و باطل کی کشمکش میں مؤمن کا واحد سہارا اللہ کی مدد کی اُمید ہے' لیکن شیطان کے وسوسوں کے زیر اثر کبھی ایسا وقت بھی آ جاتا ہے کہ اس امید کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اگر یہ کیفیت ہو جائے تو پھر انسان کے پاس کون سا سہارا رہ جاتا ہے؟ تو اس آیت میں دراصل یہ تاکید کی جا رہی ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنی اُمید کے رشتے کو کمزور نہ پڑنے دو' اُس کی مدد پر یقین رکھو' وہ آ کر رہے گی۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ میں آیا ہے کہ سفر ہجرت کے دوران آنحضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا﴾۔ یہ یقین ہو تو آدمی قائم رہے گا' ورنہ اس کے قدم اکھڑ جائیں گے اور وہ گر پڑے گا۔ اس کے لیے یہ تمثیل دی گئی ہے:

﴿مَنْ کَانَ یَظُنُّ اَنْ لَّنْ یَّنْصُرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ لْیَقْطَعْ فَلْیَنْظُرْ ھَلْ یُذْھِبَنَّ کَیْدُہٗ مَا یَغِیْظُ ﴿۱۵﴾﴾

''جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی کوئی مدد نہ کرے گا اسے چاہیے کہ ذرا بلندی کی طرف ایک رسّی تان لے' پھر اس رسّی کو کاٹ دے' پھر ذرا دیکھے کہ اُس کی یہ تدبیر اس چیز کو رد کر سکتی ہے جو اسے ناگوار ہے؟''

یعنی اللہ کی نصرت کی اُمید ہی ہماری آس ہے۔ یہی وہ حبل اللہ ہے جس کے ذریعے ہم اللہ کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اگر ہم اُسی کو منقطع کر دیں پھر تو ہمارے لیے کوئی سہارا رہے گا ہی نہیں۔ گویا پھر تو ہم آسمان سے زمین پر پٹخ دیے جائیں گے۔

آگے جا کر آیت ۳۱ میں ایک اور تمثیل بیان ہوئی ہے کہ جو شخص خدا کے ساتھ کسی کو شریک مقرر کرے تو وہ ایسا ہے گویا آسمان سے گر پڑے اور پھر اس کو پرندے اُچک لے جائیں یا ہوا کا جھونکا اسے کسی دُور افتادہ جگہ پر پھینک دے۔ یعنی حالات کا ایک ریلا آئے گا اور اس کو بہا لے جائے گا۔ اس کے قدم جمے نہیں رہیں گے۔

اس سورۂ مبارکہ کے تیسرے رکوع کے آخری حصہ سے پانچویں رکوع تک مناسکِ حج کا ذکر ہوا

ہے۔قرآن حکیم میں مناسکِ حج کا ذکر دو جگہ آیا ہے۔ایک سورۃ البقرۃ میں جو ہم پڑھ چکے ہیں اور دوسری مرتبہ اس سورۃ الحج میں۔یہاں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ الَّذِیۡ جَعَلۡنٰہُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الۡعَاکِفُ فِیۡہِ وَ الۡبَادِ ؕ وَ مَنۡ یُّرِدۡ فِیۡہِ بِاِلۡحَادٍۭ بِظُلۡمٍ نُّذِقۡہُ مِنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۲۵﴾﴾

''یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر کی روش اختیار کی (روئے سخن قریش مکہ کی طرف ہے) اور جو لوگوں کو اللہ کے راستے سے اور مسجد حرام سے روک رہے ہیں' جسے ہم نے یکساں (بلاامتیاز) تمام لوگوں کے لیے بنایا ہے' مقامی ہوں یا باہر سے آنے والے' (تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ) ہر اُس شخص کو جو اس (مسجد حرام) میں ازراہِ ظلم حق سے منحرف ہونا چاہے گا ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔''

یہاں اہل ایمان کی غیرت کو بھی للکارا جا رہا ہے کہ مشرکین نے تمہیں مسجد حرام میں داخلے اور حج وعمرہ سے روک دیا ہے اور تمہیں مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔اب تمہیں یہاں سے نکل کر ٹھنڈی چھاؤں یا گوشۂ عافیت میں جا کر بیٹھ نہیں رہنا ہے بلکہ اب تمہاری جدّوجُہد کا ایک نیا مرحلہ (phase) شروع ہونے والا ہے۔اب تمہیں توحید کے اس مرکز کو مشرکوں کے تسلط سے آزاد کرانا ہے۔

مسجد حرام کے بارے میں یہاں ایک عجیب بات فرمائی گئی ہے کہ اس میں ہم نے یہاں رہنے والوں اور باہر سے آنے والوں کو بالکل برابر کر دیا ہے۔یہ نہایت اہم اعلان ہے' جس کی رو سے یہاں کے رہنے والوں کو باہر سے آنے والوں پر کوئی خصوصی اور امتیازی حق حاصل نہیں ہے۔یہ تمام اہلِ ایمان کے لیے ایک کھلا شہر (open city) ہے۔اس میں اگر کوئی قدغنیں لگائی جائیں گی تو وہ قرآن کی اس آیت کے خلاف ہوں گی۔اسی طرح وہاں پر جو کرائے وصول کیے جاتے ہیں وہ پرلے درجے کی حرام خوری ہے جو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ہو رہی ہے۔ارشادِ نبویؐ کے مطابق ارضِ مکہ کا کرایہ حرام ہے۔اس لیے کہ وہاں تو لوگ بیت اللہ کی زیارت اور طواف کے لیے آتے ہیں جس کو آج کل ان لوگوں نے کمائی کا دھندا بنا رکھا ہے۔پھر اس گھر کی تعمیر کا مقصد بتایا گیا کہ یہ گھر توحید کا مرکز بنے اور یہاں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔جو لوگ بھی یہاں طواف' قیام اور رکوع و سجود کے لیے آئیں تو ان کی خاطر ہمارے گھر کو پاک وصاف رکھا جائے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا:

﴿وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ ......﴾

یعنی لوگوں کو حج کے لیے پکارو تو وہ چلے آئیں گے پیدل بھی اور ہر اُس اونٹنی پر بھی جو طویل سفر کر کے دبلی ہو چکی ہوگی' ہر دور دراز مقام سے گہری کھائیوں کو عبور کرتے ہوئے آئیں گے اور ہمارا یہ گھر آباد رہے گا تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو ان کے لیے یہاں رکھے گئے ہیں اور وہ چند معیّن دنوں میں اللہ کا نام لیں ان

چوپایوں پر جو ہم نے انہیں عطا کیے ہیں۔

قربانی جو کہ مناسکِ حج کا ایک اہم جزو ہے اس کا ذکر سورۃ البقرۃ میں نہیں آیا۔ اس سورت میں اس کا ذکر نہایت اہتمام کے ساتھ آیا ہے اور اس کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اللہ تک نہ تو ان قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون' البتہ اگر تقویٰ ہے تو وہ پہنچ جاتا ہے۔

پانچویں رکوع کی آخری آیت اور چھٹے رکوع کی آیات میرے نزدیک برزخی آیات ہیں' جن میں ہجرت کے نتیجہ میں تبدیل ہو جانے والی صورتِ حال کی جانب اشارہ ہے۔ فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ مدافعت فرمائے گا اہل ایمان کی جانب سے۔ یقیناً اللہ کسی خائن کافرِ نعمت کو پسند نہیں کرتا۔''

ان خائنین کو جنہوں نے بیت اللہ کے متولی ہونے کے ناطے سے خیانت کی ہے اور جو ناقدرے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اب سمجھ لیں کہ پانسہ پلٹنے والا ہے اور اس کے نتیجے میں اللہ کی مدد کا سورج اب اہل ایمان کے لیے طلوع ہو گا۔ اس کے بعد وہ اہم آیت آئی ہے جس کے نتیجے میں مکی دور کا صبر محض (Passive Resistance) کا مرحلہ اب اقدام (Active Resistance) کے مرحلے میں تبدیل ہو رہا ہے۔ فرمایا:

﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾ نِ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ...... ﴾

''اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن پر جنگ مسلط کی گئی' اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا' اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے جن کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے کہا ہمارا رب صرف اللہ ہے۔''

اس سے آگے انتہائی زوردار اور تاکیدی انداز میں فرمایا:

﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ ﴾

''اللہ تعالیٰ لازماً مدد کرے گا ان کی جو اُس (کے دین) کی مدد کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔''

اس سے اگلی آیت میں گویا ایک طرح کا منشور (manifesto) بیان کر دیا گیا کہ اب اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے ساتھی اہلِ ایمان مدینہ پہنچ کر جو ایک چھوٹی سی شہری ریاست قائم کرنے والے ہیں وہاں ان کی ترجیحات کیا ہوں گی۔ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہیں ہم زمین میں تمکن عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے' زکوٰۃ ادا کریں گے' نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے۔

سورۃ الحج کا آخری رکوع اس اعتبار سے بہت جامع ہے کہ ان چھ آیات میں قرآن مجید کی دعوت کا خلاصہ آ گیا ہے۔ پہلی چار آیات میں بڑے جامع انداز میں ایمان کی دعوتِ عمومی یعنی تمام بنی نوع انسان کے لیے اللہ تعالیٰ' توحید' اللہ کی صفاتِ کمال' نبوت و رسالت' بعث بعد الموت کو ماننے کی دعوت ہے۔ اس کے بعد دعوتِ خصوصی ہے ان لوگوں کے لیے جو پہلی دعوت کے ماننے کا اقرار کریں۔ یعنی یہ دعوتِ عمل ہے اُن کے لیے جو ایمان کا دعویٰ یا اقرار کریں۔

توحید کے حوالے سے مخاطبین کو ایک مکھی کی مثال دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ تم جن کو پوج رہے ہو ان کی بے بسی اور لاچارگی کا تو یہ عالم ہے کہ وہ ایک مکھی کی تخلیق پر بھی قادر نہیں چاہے مل جل کر زور لگا لیں۔ حتیٰ کہ اگر مکھی اُن سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اس کو واپس نہیں لے سکتے ہیں۔ کتنے لاچار ہیں یہ معبود اور کتنے بے بس ہیں جو ان کو پوج رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ کا اندازہ نہیں کر سکے جیسا کہ انہیں کرنا چاہیے تھا۔ یقیناً اللہ قوی اور عزیز ہے۔ رسالت کے حوالے سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی اپنے ایلچی چن لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ چنانچہ یہ وحی اللہ سے جبرائیلؑ کو' اُن سے محمدؐ رسول اللہ ﷺ کو اور پھر اُن کے ذریعے انسانوں کو منتقل ہوئی ہے۔

آخری دو آیات ہم سب اہل ایمان کے لیے اہم ترین ہیں۔ ان میں سے پہلی آیت میں چار فعلِ امر جمع ہیں:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾

''اے اہل ایمان! رکوع کرو' سجدہ کرو' اپنے رب کی بندگی اور پرستش کرو اور اچھے کام کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

مجرد زبانی اقرار سے کامیابی نصیب نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ مذکورہ بالا چار شرائط پوری نہ کی جائیں۔ اس سے بھی اہم تر بات آخری آیت میں بیان ہوئی ہے:

﴿وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ......﴾

''اور جہاد کرو اللہ کے لیے جیسا کہ اس کے لیے جہاد کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تمہیں (اس کام کے لیے) چن لیا ہے' اور دین کے بارے میں تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں رکھی۔ (قائم رہو) اپنے باپ ابراہیمؑ کے دین پر۔ اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تا کہ رسولؐ تم پر گواہ ہوں اور تم نوعِ انسانی پر گواہ بنو۔ پس نماز قائم کرو' زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ (کی رسی) کو مضبوط پکڑ لو۔ وہی تمہارا کارساز ہے' سو کیا ہی اچھا کارساز ہے اور کیا ہی اچھا مددگار!''

سورة المؤمنون

سورۃ المؤمنون چھ رکوع اور ایک سو اٹھارہ آیات پر مشتمل ہے۔ اس سورت کا بھی پہلا رکوع ہمارے مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب میں شامل ہے۔ اندازِ بیان اور مضامین سے معلوم ہوتا ہے اس کا نزول مکّہ کا دورِ متوسّط ہے جس وقت رسول اللہ ﷺ اور کفارِ مکہ کے درمیان سخت کشمکش برپا تھی۔ اس سورت کا مرکزی مضمون اتباعِ رسولؐ کی دعوت ہے اور پورے مضامین اسی کے گرد گھومتے ہیں۔ اس سورت کے پہلے رکوع کا مضمون سورۃ الحج کی آخری آیت کے ساتھ بڑا مربوط ہے۔ وہاں بات ختم ہوئی تھی اقامتِ صلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ پر اور یہاں بات شروع ہو رہی ہے فلاح پانے والوں کے اوصاف سے جو نمازوں میں خشوع اختیار کرنے والے‘ لغو باتوں سے اعراض کرنے والے‘ زکوٰۃ کی ادائیگی پر کاربند رہنے والے‘ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے‘ اپنی امانتوں اور عہد کی پاسداری کرنے والے اور اپنی نمازوں کی محافظت کرنے والے ہیں۔ انہی کو جنّت الفردوس کا وارث قرار دیا گیا ہے۔

اُس کے بعد آیات ۱۱ تا ۱۶ بہت اہم ہیں‘ جن میں علم الجنین (embryology) جیسے اہم مضمون کے حوالے آئے ہیں۔ اس ضمن میں ویسے تو قرآن مجید میں جابجا اشارات موجود ہیں‘ سورۃ الحج میں بھی تفصیل سے ان مراحل کا ذکر آیا ہے جن سے جنین رحمِ مادر میں گزرتا ہے‘ لیکن اس مقام پر تخلیقِ انسانی کے جملہ مراحل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ:

> ’’ہم نے انسان کو پیدا کیا مٹی کے خلاصے سے۔ پھر ہم نے اسے نطفے کی شکل میں ایک محفوظ جگہ پر (رحم مادر میں) ٹھہرائے رکھا۔ پھر ہم نے اُس نطفے کو علقہ کی شکل دی‘ پھر علقہ کو مضغہ بنایا‘ پھر مضغہ کی ہڈیاں بنائیں‘ پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر (ان تمام مراحل سے گزار کر) ہم نے اس کو ایک اور ہی تخلیق بنا دیا۔ تو بہت بابرکت ہے اللہ جو تمام خالقوں سے بہتر تخلیق فرمانے والا ہے۔ پھر اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے۔ پھر قیامت کے دن تم کو یقیناً اٹھا کھڑا کیا جائے گا۔‘‘ (آیات ۱۲۔۱۶)

دوسرے اور تیسرے رکوع میں اختصار کے ساتھ کچھ انباء الرسل آئے ہیں۔ اس سے پہلے یہ چیزیں سورۃ الاعراف‘ سورۂ ہود اور سورۃ الحجر میں بھی آ چکی ہیں۔ آیت ۳۷ میں بڑی جامعیت کے ساتھ ’’نظریۂ دَہریت‘‘ کی تعبیر چند الفاظ میں آ گئی ہے جہاں کافروں کا یہ قول نقل ہوا ہے:

﴿اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾

’’کوئی اور زندگی نہیں ہے سوائے ہماری اس دُنیوی زندگی کے‘ ہم خود ہی مرتے ہیں‘ خود ہی زندہ رہتے ہیں‘ اور ہم ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔‘‘

اہل ایمان کی کچھ صفات کا ابتدا میں ذکر ہوا تھا' چوتھے رکوع کے تقریباً وسط میں ان میں کچھ اور صفات کا اضافہ کیا گیا ہے:

''یقیناً وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں اپنے ربّ کا خوف اور تقویٰ ہے اور وہ اُس سے ڈرتے رہتے ہیں۔ جو اپنے رب کی آیات پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اور (اُس کی راہ میں) جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں تو ان کے دل اس احساس سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ انہیں اپنے ربّ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو خیرات' حسنات اور بھلائیوں کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہی آگے نکل جانے والے ہیں۔'' (آیات ۵۷۔۶۱)

چھٹے رکوع کے شروع میں (جیسا کہ اکثر مکی سورتوں کے اختتام پر ہوتا ہے) حضور ﷺ کو تلقین کی جا رہی ہے کہ آپ یہ دعا مانگئے: ''اے پروردگار! تو اگر مجھے دکھا ہی دے جس کی دھمکی انہیں دی جا رہی ہے (یعنی عذاب اگر میری زندگی ہی میں آ جائے اور تو ان کو اپنی گرفت میں لے لے) تو مجھے ظالموں کی قوم میں شامل نہ کیجیو''۔ (آیات ۹۳'۹۴) پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے فرمایا ہے کہ ہم جس چیز کی ان کو دھمکی دے رہے ہیں اسے آپ کو دکھانے پر قادر ہیں۔ اب جن حالات سے آپ کو سابقہ ہے تو اچھی طریقہ پر مدافعت کیجیے' بدی کا مقابلہ حسنہ کے ساتھ کیجیے۔ ہمیں خوب معلوم ہے جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں۔ اور یہ کہا کرو' 'اے پروردگار! میں تیری ہی پناہ میں آتا ہوں شیطانوں کے چھوت لگانے سے اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں اس سے کہ وہ شیاطین میرے پاس آئیں۔'' (آیات ۹۷'۹۸)

پھر فرمایا کہ جب کسی کی موت آ جائے گی تو وہ خواہش ظاہر کرے گا کہ اس کو لوٹا دیا جائے اور کچھ مہلت مل جائے تاکہ کچھ نیک کام کر آئے۔ اس آرزو کے جواب میں فرمایا گیا کہ ہرگز نہیں' یہ تو جب جان پر بنی ہے تو ایسی بات کہہ رہا ہے' ورنہ یہ پھر وہی حرکتیں کرے گا جو پہلے کرتا رہا ہے۔ اب ان سب کے آگے ایک برزخ حائل ہے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک۔ پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اُس دن نہ تو لوگوں کے درمیان رشتہ داریاں ہوں گی اور نہ ایک دوسرے کی بابت پوچھیں گے۔

آخر میں ارشاد ہوا:

''تو کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار اور بے مقصد پیدا کیا اور تمہیں ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا ہے؟ بہت بلند و بالا ہے اللہ جو بادشاہ حقیقی ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ باعزت تخت کا مالک ہے۔ اور جو شخص بھی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو (اپنی حاجت روائی کے لیے) پکارتا ہے جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس موجود ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پا سکیں گے۔ اور (اے نبی!) دعا کرو کہ اے پروردگار! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما' اور یقیناً تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر رحم کرنے والا ہے''۔ (آیات ۱۱۵۔۱۱۸)

سورۃُ النُّور

یہ سورۃ بالاتفاق مدنی سورت ہے جو نو رکوعوں اور ۶۴ آیات پر مشتمل ہے۔ سورۂ یونس سے مکی سورتوں کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ سورۃ المؤمنون تک جاری رہا۔ اس کے بعد یہ مدنی سورت ہے اور حسنِ اتفاق سے مصحف میں یہ ساتویں مدنی سورت ہے۔ اس کی پہلی آیت خاص طور پر اشارہ کر رہی ہے کہ اس میں بعض اہم احکامِ شریعت بیان ہو رہے ہیں:

﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①﴾

''یہ ایک عظیم سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور جسے ہم نے فرض ٹھہرایا ہے اور اس میں ہم نے بڑی واضح آیات نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت اخذ کرو۔''

اس میں سب سے پہلے جو حکم آیا ہے وہ حدِّ زنا ہے کہ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگائے جائیں۔ ساتھ ہی فرما دیا گیا کہ ان کے معاملے میں کوئی رحمت و شفقت اور نرمی تمہارے دلوں میں پیدا نہیں ہونی چاہیے اگر تم واقعتاً اللہ پر اور یومِ آخرت پر یقین رکھتے ہو' اور یہ بھی کہ یہ حد لوگوں کی موجودگی میں جاری کی جائے تاکہ لوگ اس کو دیکھ کر عبرت پکڑیں۔ قرآن حکیم میں زنا کی سزا کے سلسلہ میں یہی آیت وارد ہوئی ہے' لیکن شریعت اسلامی کے دوسرے سرچشمے یعنی سُنّتِ رسول اللہ ﷺ نے یہ معیّن کر دیا ہے کہ یہ حد غیر شادی شدہ زانی مرد و عورت کے لیے ہے' جبکہ شادی شدہ مرد و عورت کے لیے زنا کی سزا رجم ہے۔ یہ سُنّتِ رسولؐ سے بھی ثابت ہے اور خلفائے اربعہ اور ائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ہے۔ سوائے خوارج اور اس دَور کے منکرین حدیث کے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان فتنوں سے محفوظ رکھے۔

اس کے بعد قذف اور لعان کی حدود کا ذکر آیا ہے۔ قذف یہ ہے کہ کوئی شخص کسی پر زنا کی تہمت لگائے اور اسے ثابت نہ کر سکے۔ ایسے شخص کے لیے اسّی (۸۰) کوڑوں کی سزا کا حکم آیا ہے اور یہ بھی کہ اس شخص کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ لعان یہ ہے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور اس کے پاس چار گواہ موجود نہ ہوں۔ وہ شخص چار مرتبہ قسم کھا کر کہے گا کہ میں درست کہہ رہا ہوں اور پانچویں مرتبہ یہ کہے گا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت۔ اس کے جواب میں اگر اس کی بیوی بھی چار مرتبہ قسم کھا لے کہ یہ مجھ پر غلط الزام لگا رہا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو' تو وہ سزا سے بچ جائے گی۔ لیکن اگر بیوی قسم نہ کھائے تو اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ یہ معاملہ لعان کہلاتا ہے۔

بعدازاں سیرتِ نبویؐ کے ایک اہم واقعہ کا ذکر ہوا جو نبی اکرم ﷺ کے لیے انتہائی اذیت اور تکلیف کا موجب رہا۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا معاملہ ہے۔ دوسرے رکوع میں اس کا بیان شروع ہوتا ہے۔ سب سے پہلے اُن تمام لوگوں کو ایک طرح سے بَری کرنے کا حکم دیا گیا' کیونکہ اس معاملے میں ملوث تمام لوگ منافق نہیں تھے' بلکہ انہیں "عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ" (تمہارا ہی ایک گروہ) فرمایا۔ ان میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت اور دیگر مؤمنین بھی تھے' جن سے خطا ہوگئی۔ چونکہ انسان کی طبعی کمزوری ہے کہ وہ بُری بات کو ذہناً جلدی قبول کر لیتا ہے' اس لیے اس کمزوری کا ظہور اُس دور میں اس معاملہ میں بھی ہوا۔ تاہم اس شر میں سے خیر کا پہلو یہ نکلا کہ اس کے نتیجے میں قذف اور زنا کی حدود کا بیان قرآن حکیم میں ہوا اور یہ واقعہ بہت سے دیگر احکامِ شریعت کے نزول کا ذریعہ بنا۔ البتہ واضح کر دیا گیا کہ اس معاملہ میں جس جس نے جس قدر حصہ لیا اس نے اسی قدر گناہ کمایا۔ ارشاد ہوا:

﴿لِكُلِّ امۡرِئٍ مِّنۡهُمۡ مَّا اكۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ وَالَّذِىۡ تَوَلّٰى كِبۡرَهٗ مِنۡهُمۡ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۱﴾﴾

"ان میں سے ہر شخص کو اتنا گناہ ہوا جتنا کچھ اس نے کیا تھا' اور جس شخص نے اس معاملے میں سب سے بڑھ کر حصہ لیا اُس کے لیے تو بڑا سخت عذاب ہے۔"

تیسرے رکوع میں مزید احکام بیان ہوئے جن کا تعلق گھریلو زندگی سے ہے۔ سب سے پہلے گھروں میں داخلے کے احکام بیان ہوئے۔ پھر گھر کے اندر پردے کے احکام دیے گئے۔ واضح رہے کہ عورت کا ایک پردہ گھر سے باہر نامحرموں سے ہے' جس کے احکام سورۃ الاحزاب میں آئے ہیں' جبکہ سورۃ النور میں گھر کے اندر کا پردہ مذکور ہے کہ مسلمان عورتوں کو اپنے گھروں میں کس طرح رہنا چاہیے۔ گھر میں رہتے ہوئے مَردوں کی یہ کیفیت ہونی چاہیے کہ اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھیں' اور عورتیں ساتر رہیں' ان کے سروں پر دوپٹے ہوں اور انہوں نے دوپٹوں کے بُکل اپنے سینوں پر مارے ہوئے ہوں۔ اس کے بعد محرموں کی فہرست آئی ہے۔

اس سورۂ مبارکہ کا پانچواں رکوع جو اس کا بالکل وسطی رکوع ہے' ہمارے منتخب نصاب میں بھی شامل ہے۔ قرآن مجید کے اندر اس کی حیثیت یوں سمجھئے جیسے کسی قیمتی زیور کے اندر ایک قیمتی ہیرا جڑا ہو۔ اس رکوع میں تین عظیم تمثیلات بیان ہوئی ہیں۔ سب سے پہلے ایمان باللہ کی تمثیل بایں الفاظ بیان ہوئی:

﴿اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ ......﴾

"اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں دیا رکھا ہو' اور وہ دیا ایک چمنی میں ہو (اس کے گرد شیشہ ہو) اور وہ شیشہ ایسے چمک رہا ہو جیسے کوئی چمکدار ستارہ' اور اس میں زیتون کے ایسے مبارک درخت کا تیل جل رہا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی۔ اس کا تیل بھڑک

اُٹھنے کو بے تاب ہو اگرچہ اسے آگ نے ابھی چھوا بھی نہ ہو۔ یہ روشنی پر روشنی ہے۔ اللہ اپنے اسی نور کی طرف راہنمائی کرتا ہے جس کی چاہتا ہے۔ اللہ مثالیں بیان کرتا ہے لوگوں کے لیے۔ اور اللہ تو ہر چیز سے باخبر ہے''۔ (آیت ۳۵)

یہ کیفیت دراصل سلیم الفطرت لوگوں کی ہوتی ہے کہ ان کے اندر نورِ فطرت تو پہلے سے موجود ہوتا ہے اور جیسے ہی ان کے سامنے نورِ وحی آتا ہے ان کا آئینہ قلب جگمگا اٹھتا ہے۔ اس کے بعد کچھ کیفیات بیان ہوئی ہیں کہ جن کے دلوں میں یہ نور پیدا ہو جاتا ہے وہ مساجد میں اللہ کو صبح و شام یاد کرتے ہیں۔ انہیں ان کے کاروبار اللہ کے ذکر' اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کرتے۔ وہ اُس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جب مارے خوف کے دل اُلٹ جائیں گے اور آنکھیں پتھرا جائیں گی۔

اس کے بعد دو تمثیلیں اہلِ باطل کے لیے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں میں اگرچہ ایمان نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ کوئی نہ کوئی نیکی کا کام کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان کے اعمال سراب کی مانند ہیں۔ ایک پیاسا صحرانورد دُور سے چمکتی ہوئی ریت کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ وہ پانی ہے اور اس کی طرف چلتا رہتا ہے۔ پانی تو اس کو ملتا نہیں' البتہ موت اس کی منتظر ہوتی ہے۔ وہ اللہ کے حضور پہنچ جاتا ہے جہاں اس کا حساب چکا دیا جاتا ہے۔

دوسری مثال ایسے لوگوں کی بیان ہوئی جو اپنی زندگی سراسر عیاشیوں اور بدمعاشیوں میں صَرف کر رہے ہیں اور جھوٹ موٹ کی نیکیوں سے بھی دور ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں ان گھٹاٹوپ تاریکیوں کی مثال دی گئی جو کسی سمندر کی گہرائی میں ہوں۔ رات بھی اندھیری ہو اور اوپر بادل بھی ہوں۔ یعنی تہہ در تہہ تاریکی۔ ایسی تاریکی میں جب وہ اپنا ہاتھ باہر نکالتا ہے تو اسے دیکھ نہیں پاتا۔ جس کو اللہ ہی کی جانب سے نور عطا نہ ہوا ہو تو اس کو کہیں سے بھی نور نہیں مل سکتا۔

آیت ۴۵ میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ کوئی پیٹ کے بَل چل رہا ہے تو کوئی دو ٹانگوں پر اور کوئی چار ٹانگوں پر۔ اللہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ساتویں رکوع کے آغاز میں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت ایمان کا ناگزیر تقاضا ہے۔ اس کے بعد آیت ۵۵ میں ایمان اور عمل صالح کی روش اختیار کرنے والوں سے خلافت کا وعدہ فرمایا گیا۔ یہ آیہ مبارکہ ''آیتِ استخلاف'' کہلاتی ہے۔

آٹھویں رکوع کے آغاز میں ارشاد ہوا کہ تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں تمہارے نوکر چاکر اور چھوٹے بچے بھی اجازت لے کر تمہارے ہاں آئیں۔ نماز فجر سے قبل' دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ بوڑھی عورتیں جو اَب نکاح کی امیدوار نہ ہوں' وہ اگر اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں' بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے

والی نہ ہوں۔

سورۂ مبارکہ کے آخر میں اہل ایمان کی ان امور کی جانب رہنمائی کی گئی جن سے اسلامی نظم جماعت میں ایک عمدہ ماحول اور باہمی اعتماد کی فضا برقرار رہ سکتی ہے —— ارشاد ہوا:

''مؤمن تو بس وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولؐ پر' اور جب وہ ان (ﷺ) کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں ہوتے ہیں تو وہ وہاں سے ہرگز نہیں جاتے یہاں تک کہ اُن سے اجازت حاصل کر لیں...... مسلمانو! اپنے درمیان رسولؐ کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھ بیٹھو۔ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں ایسے ہیں کہ ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے سٹک جاتے ہیں۔ رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔ خبردار رہو' آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے۔ تم جس روش پر بھی ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔ جس روز لوگ اس کی طرف پلٹائے جائیں گے وہ انہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے''۔ (آیات ۶۲-۶۴)

❁❁❁

ہماری ویب سائٹ

www.tanzeem.org

پر ملاحظہ کیجیے:

- ☆ تنظیم اسلامی کا تعارف
- ☆ بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا مکمل دورۂ ترجمۂ قرآن
- ☆ بانیٔ تنظیم اسلامی اور امیر تنظیم اسلامی کے مختلف خطابات
- ☆ تلاوتِ قرآن' دروسِ قرآن' دروسِ حدیث اور خطاباتِ جمعہ
- ☆ صحیح بخاری' صحیح مسلم' موطا امام مالک اور اربعین نوویؒ کے تراجم
- ☆ میثاق' حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شمارے
- ☆ اردو اور انگریزی کتابیں
- ☆ آڈیو/ویڈیو کیسٹس/سی ڈیز اور مطبوعات کی مکمل فہرست

Visit us at www.tanzeem.org